ٹیگور کی شاعری میں بچوں کا نفسیاتی پہلو

کلیدی الفاظ: مشتمل# نفسیات# ٹیگور# اعتماد# عشق# توازن# ذہن

شمع عظیم
ریسرچ اسکالر، دی بردوان یونیورسٹی
(مغربی بنگال) کلکتہ
موبائل نمبر:9038759231

تلخیص سید دیوانہ شاہ کی شاعری کا مجموعہ 'پیمانہ عشق' جو چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ مذکورہ مجموعے میں چھوٹی اور بڑی بحروں میں سولہ غزلیں ہیں۔ ان کے مجموعے میں پانی، چھ، سات، آٹھ، نو، گیارہ، تیرہ اور سولہ اشعار پر مشتمل غزلیں ہیں۔ مجموعے میں ساری غزلیں متفرق اوزان پر ہیں۔ روح کائنات کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں، نبی سے واقف راہ اور خدا سے منزل کا پتہ انہیں کو ملتا ہے جو راستے سے واقف ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ خدا کا پتہ نبی سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ سیدنا حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ کتے میں دس خصلتیں ہیں اگر یہ انسان میں ہو جائے تو انسان اللہ کا ولی ہو جائے۔ اپنے اشعار میں موصوف خود اعتمادی کے ساتھ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ عاشقوں کے لئے ہر ایک محفل میں توحید کی شمع روشن ہے شرط یہ ہے کہ عاشق اپنی ذات کو پروانہ بنا لے۔ المختصر موصوف کی شاعری کا احاطہ کیا جائے تو ان کی شاعری میں ایمان، یقین، خود اعتمادی، نصیحت، صداقت اور دعوے کی جھلک نمایاں ہے۔ کتاب میں پیش لفظ حرف بہ حرف صادق آتا ہے کہ ان کا کلام رموز اسرار خودی کی ترجمانی اور ایمان و صداقت کا آئینہ دار ہیں۔

بچے کا قوم کا بیش قیمتی خزانہ ہوتے ہیں۔ یہ نہ صرف ملت بلکہ ملک اور دنیا کا مستقبل ہوتے ہیں اور ان کا کل ایک مہذب، قوم اور ملک کا ہمیشہ سے اہم موضوع رہا

ہے۔ والدین ہوں یا طبیب، اساتذہ ہوں یا سائنس داں، بڑے بڑے مفکر و فلسفی اور دانشور سبھی سنجیدگی سے اس پر غور وفکر کیا ہے۔ یورپ سمیت تمام ترقی یافتہ اور سنجیدہ ممالک اس پر متحد ہیں کہ ان کی بقا کا واحد ذریعہ بچوں کی ذہنی، جسمانی، نفسیاتی اور اخلاقی نشوونما ہیں۔ دنیا کی تمام قومیں اپنے بچوں کو صرف جسمانی طور پر ہی نہیں بلکہ ذہنی، نفسیاتی اور اخلاقی طور پر بھی نہایت مضبوط اور توانا دیکھنا چاہتی ہیں چونکہ انہیں اندازہ ہے کہ آنے والے وقت میں ان کا مقابلہ مزید ذہین مضبوط، تعلیم وتربیت یافتہ اور بااخلاق قوم سے ہونے والا ہے۔ لہٰذا بچوں کی درست ذہنی تربیت کے لیے اچھی غذا، اچھے لباس کے ساتھ اچھا ماحول اور اچھے ادب سے بھی نوازنا چاہئے۔ ایسا ادب جوان کی ذہنی بالیدگی اور جذباتی آسودگی کو نظر میں رکھتے ہوئے تخلیق کیا گیا ہو۔

بچوں کے ذہن کے مطابق کچھ تخلیق کرنا ایک مشکل امر ہوتا ہے کیونکہ لکھتے وقت بچوں کی نفسیات، ان کے جذبات، ان کی عقل وفہم کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو تخلیق کیے گئے ادب کو سمجھنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ دراصل بچوں کی طبیعت سیماب صفت ہوتی ہے، ان میں ٹھراؤ کا جز نہیں ہوتا ہے۔ ان کی سوچ حقیقی دنیا سے خیالی کائنات کی طرف کب منتقل ہو جائے اسے سمجھنا بہت مشکل ہے اور بعض دفعہ وہ فرضی قصے کو ہی ایک جیتی جاگتی دنیا مان لیتے ہیں۔ مشکل یہ کہ آپ انہیں قائل نہیں کر سکتے کیا حقیقت ہے اور کیا فسانہ، خود کو ان کے مطابق ہی ڈھلنا پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے بچوں کے لئے معیاری ادب تخلیق کرنا ایک دشواری کا م ضرور ہے کیونکہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے موزوں ہونا تو ضروری ہے ہی ساتھ ہی اس میں ادبی لطافت کا بھی ہونا شرط ہے۔ لیکن ایک فن کار کے لیے یہ مشکل ہوتے ہوئے بھی دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے اور خاص کر تب جب فن کار نے ذاتی طور پر گہرائی اور گیرائی سے اس کا تجربہ حاصل کیا ہو۔ جیسا کہ بانو سرتاج لکھتی ہیں:

> ''بچوں کے ادب کی تخلیق، ادب کی دوسری اصناف کی طرح خون کا اخراج مانگتی ہے۔۔۔ بچوں کا ادب کا کیف وکم، چند شرائط کا پابند اور مخصوص معیارات کے برتنے کا متقاضی ہوتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کا ادب تخلیق کرنے کے لیے جس جگر کاوی اور دل سوزی کی ضرورت ہوتی ہے شاید اس کے کہیں زیادہ غور و فکر، محنت اور عرق ریزی بچوں کے لئے ادب پارے تخلیق کرنے میں ہوتی ہے'' [1]

اردو میں بچوں کا ادب تخلیق کرنے والوں کا ہمیشہ فقدان رہا ہے۔ مولانا اسمٰعیل میرٹھی کو بچوں کے ادب کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔ مولانا کے بعد بچوں پر ادب تحریر کرنے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ آج پورے ہندوستان میں بچوں کی دلچسپی اور ذوق کو مد نظر رکھتے ہوئے اچھا لکھنے والوں کی ایک خاصا تعداد موجود ہے جو بچوں کے ادیب کے طور پر اپنی خاص شناخت رکھتے ہیں۔ ان لکھنے والوں میں ایک معتبر نام رابندر ناتھ ٹیگور کا بھی ہے۔

ٹیگورؔ نے بچوں کے لیے بہت کچھ لکھا اور وہ اس میں کامیاب بھی رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر ادب اطفال کے متعلق جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا اسے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ دراصل ٹیگور کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی نہ انہیں کھلونے سے کھیلنے دیا جاتا تھا۔ ایسے میں محصور ربی اپنے آس پاس کھیلتے ہوئے بچے کو دیکھ کر خیالی کھلونے بناتے اور انہیں کے ساتھ کھیلتے۔ گھر کے ادبی ماحول نے کہانی سننے کی صلاحیت پیدا کر دی۔ گھر کی چہار دیواری میں بیٹھ کر وہ کھڑکی سے باہر کی دنیا دیکھتے، راہ رَو کو، سامان بیچنے والے کو، طلوعِ آفتاب اور غروبِ خورشید کے وقت اُفق کی شفق کو، چاند ستارے، جگنو، پرندے، ندی جھرنے غرض کی قدرت کے دلفریب مناظر سے لطف اندوز ہوتے اور اپنے تفکرات میں گُم ہو جاتے۔

ٹیگورؔ نے اپنے بچپن کے حالات کو نظر میں رکھتے ہوئے ایک نظم 'وچتر ساد' لکھی تھی۔ اس نظم میں انہوں نے ایک بچے کی داخلی نفسیات، اس کی خواہشات، میں معصوم ربی اور اس طرح کے تمام بچوں کی کہانی پیش کی ہے جن کا بچپن کھیل اور کھلونے سے محروم رہا ہے:

آمی جوکھن پاٹھ شالاتے جائی
آمادیر ایئی باڑیر گولی دیئے
دوش ٹا بیلائے روج دیکھتے پائی
فیری والا جاچّے فیری نیئے!
چوڑی چا۔۔۔ئی چوڑی چائی 'سے ہانکے
چینیر پوتول جھوڑی تار تھاکے
جائے سے چولے جے پوتھے تار خوشی
جوکھن خوشی کھائے سے باڑی گیئے!
دوش ٹا باجے ساڑے دوش ٹا باجے

نائی کو تاڑا ہوئے پا پاچھے دیئے!
اتچھے کورے سے لیٹ فیلے دیئے
امنی کورے بیڑائی نیئے فیری!

مذکورہ اشعار میں ٹیگور نے اپنے خیالات، جذبات اور احساسات کو نہایت خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے۔ یہ نظم تین بند پر مشتمل ہے ۔ پہلے بند میں اسکول جاتے ہوئے ایک بچے کی نظر پھیری والے پڑتی ہے اور وہ سوچتا ہے کہ یہ کتنا خوش بخت، آزاد اور اپنی مرضی کا مالک ہے۔ جب دل چاہے کھانا کھائے جب دل کرے پھیری کرے اور جب مرضی ہوا پنے گھر کی طرف لوٹ جائے۔ بچہ اس کی آزادی کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

نظم کے دوسرے بند میں ایک باغ کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ بچہ اسکول سے واپسی پر باغ کے مالی کو دیکھتا ہے جس کا جسم مٹی آلود ہوتا ہے بچہ سوچتا ہے مالی کے ہاتھ اور پاؤں میں مٹی لگی ہوئی ہے۔ کوئی اسے صاف کرنے والا اور مٹی آلود ہونے پر کوئی ڈانٹنے والا نہیں لیکن جب وہ اسکول سے گھر لوٹتا ہے تو اس کی ماں فوراً سیاہی لگے ہاتھوں کو صاف کرتی ہے۔ اسے نہلا کر اس کے جسم کو صاف کرتی اور اچھے کپڑے پہناتی ہے، وہ سوچتا ہے کاش وہ مالی ہوتا اور مٹی میں کھیلتا۔

تیسرے بند میں شاعر کہتا ہے کہ جیسے ہی اندھیرا ہوتا ہے بچے کی ماں اسے تھپک کر سلانے لگتی ہے۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھتا ہے دو پہرے دار پہرداری کر رہے ہیں۔ گلی سے شاید ہی کوئی راہ گیر گزر رہا ہے۔ رات بھیگتی جارہی ہے اور وہ پہرا دے رہے ہیں کاش کہ وہ بھی پہرے درا ہوتا اور ایسے ہی جاگتے رہتا کوئی اسے زبردستی نہیں سلاتا وہ اپنی مرضی سے سوتا اور جاگتا۔

اسی طرح اس نظم 'وچتر سادھ' میں بچے کے معصوم ذہن اور اس کی سوچ کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ بچے کا دل و دماغ دونوں پاک ہوتے ہیں ان میں کوئی کڑواہٹ یا میل نہیں ہوتا ہے اس لیے وہ ہر چیز اور ہر کام کو اچھا ہی سمجھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ سکے کے ایک پہلو پر نظر رکھے ہوتے ہیں کیونکہ ان کی سوچ اتنی ہی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچے کو پھیری والے کی آزادی پر رشک آتا ہے، مالی کا مٹی میں سنا جسم دیکھ کر خوش ہوتی ہے تو کبھی پہرے دار کی پہرے داری سے۔ لیکن بچے کو ان کی محنت، ان کا کام نہیں نظر آتا اور نہ ہی ان کی پریشانیاں سمجھ نہیں آتی ہے۔ بچے ہر طرح کی پریشانیوں سے دور ہوتے ہیں۔ اس لیے انہیں کھیل کود کے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا۔

ٹیگورؔ نے جب بھی بچوں کے لئے کچھ لکھا تو اسے بچوں کی آنکھوں سے دیکھا اور بچوں کے ذہن سے سمجھنے کی کوشش بھی کی۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ اپنی نظم 'آمادیر چھوٹو نودی سوہوج پاٹھ' تخلیق کرتے ہیں تو بچوں کے سامنے اس ندی کا مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے اور وہ فطرت کے نظارے کو نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ اس سے لطف اُٹھاتے ہیں:

آمادیر چھوٹو نودی چولے بانکے
بوئیشاکھ ماسے تار ہانٹو جول تھاکے!
کیچی میچی کورے سے تھاشالی کیر جھانکے
راتے اُٹھے تھے کے تھے کے شے کیر ہانکے!

قدرتی نظاروں کو جب شاعر دیکھتا ہے تو اسے اپنی تخلیق کا حصہ بناتا ہے۔ لیکن جب وہ بچوں کے لیے ادب تخلیق کر رہا ہوتا ہے تو اسے بچوں کی آنکھوں سے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ ٹیگور نے بھی اس پر لطف نظارے کو بچھوں کی آنکھوں سے دیکھا اور اپنی نظم 'آساڑھ کھوڑیکا' تحریر کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

نیل نب گھونے آساڑھ گگونے
تیل ٹھائیں آر ناہی رے
اُگو، آج تاراجا سونے گھوریر باہی رے

نظم 'آساڑھ کھوڑیکا' کے علاوہ 'برشٹی پوڑے ٹاپور ٹوپور، سونار توری، دوئی پاکھی' وغیرہ بچوں کے لیے ٹیگور کی شاہکار نظمیں ہیں۔ جہاں چاند، تارے، ندی، جھرنے، آسمان، پرندے، بادل وغیرہ بچوں کے پسندیدہ موضوعات دیکھنے کو ملتی ہیں۔ چونکہ رابندر ناتھ کھلے ذہن کے مالک تھے ان کا شعور نہایت پختہ تھا۔ ایک بچہ جو کچھ دیکھتا ہے اس کے اندر وہی بننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ ٹیگور کے اندر بھی ایک بچہ چھپا ہوا تھا وہ جو کچھ دیکھتے اور محسوس کرتے اسے ایک بچے کی زبانی ادا کرتے۔ نظم 'ماجھی' میں انہوں نے ایک بچے کی خواہش کو ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے جب وہ کشتی چلانے والے کو دیکھتا ہے تو اس کی تمنا ہوتی ہے کاش وہ بھی کشتی چلا سکتا۔ کہتا ہے جب وہ بڑا ہوجائے گا اور اس کی ماں کی اجازت ہوگی تو وہ بھی ملاح بنے گا اور دریاوں، سمندروں کی سیر کرے گا:

آبار آمی آشبو پھیرے
آندھار ہولے سانجھے

تومار گھوریر مانجھے
بابار موتو جابو نا ماں
بدیشر کونو کاجے
ما، جودی ہوو راضی
بوڑو ہولے آمی ہوبو
کھیاں گھاٹیر ماجھی

"ماں" بچوں کے کے لیے ایک بہت ہی پیارا نام اور احساس ہوتی ہے۔ اس کی موجودگی ہی بچے کے لیے سکون بخش ہوتی ہے۔ بچے کو سب کچھ دے دیا جائے اور ماں پاس نہ ہوتو وہ تمام چیزوں کو چھوڑ کر ماں کی تلاش کرتا ہے۔ ماں کو دیکھتے ہی وہ کھلکھلا اُٹھتا ہے۔ رابندناتھ کی بہت سی تخلیقات ہیں جو انہوں نے ماں کے لیے تخلیق کی ہے جس میں 'ماتری بتسل' ایک اہم نظم ہے۔ اس نظم کا یہ بند غور طلب ہے:

مے گھیر مودھے ماں گو جارا تھاکے
تارا آمائے ڈاکے، آمائے ڈاکے!
آمی بولی، ماجے آمائے گھوئے
تارے چھیڑے تھاک بوکے مون کورے!

ٹیگور نے بچوں کے لیے جو کچھ بھی لکھا ہے اسے تحریر کرتے وقت وہ خود بچے بن گئے ہیں۔ بچے کیا چاہتے ہیں کیا نہیں، ان کی آدھی ادھوری باتیں جو سمجھ میں آتی ہے کبھی نہیں آتی، پل پل بدلتے ان کے نظریات ان کی خواہشات سب کو بالکل سادہ زبان میں تحریر کیا ہے۔ ٹیگور نے بچوں کے لیے بہت کچھ تحریر کیا۔ تقریباً چار مجموعے بعنوان 'شیشو، شیشو بھولاناتھ، کاپ چھاڑا، کوڑی وکومل' ان کی نظموں اور گیتوں کے مجموعے ہیں جو انہوں نے معصوم ذہنوں کے نام کیا ہے۔

گرچہ ٹیگور نے شاہانہ زندگی بسر کی ہے لیکن یہ زندگی ان کے ایوانوں کے اندر ہی گزری۔ گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ کھڑکی سے نظر آتی دنیا، کھلی فضا ان کے لیے جنت کی مانند تھیں۔ گھر کی کھڑکی سے مختلف پھیری والوں، دوسرے بچوں اور قدرت کی لامحدود حسین نظاروں کو دیکھتے جو ان کے تحت الشعور کا حصّہ بن گئے۔ یہی سبب ہے کہ ان کی تخلیقات میں ادبیت کے ساتھ ساتھ وہ فنی لطافت اور نزاکت بھی موجود ہیں جو ایک بچے کی نفسیات ان کے ذہن و دل کو فوراً متاثر کرتا ہے۔ ان میں حقیقت کی چاشنی اور تخیّل کی رعنائی بھی شامل ہوتی ہیں۔ تجربے کی آنچ اور مشاہدے کی گہرائی نے بچوں کے لیے

تخلیق کی گئی نظموں میں وہ جاذبیت، دلکشی، نرگسیت اور پیدا کردی ہے جو انہیں دوسروں فنکاروں سے ممتاز کرتی ہیں جہاں قاری تخیّل کی اس قلمی دنیا کی حقیقی سیر کرتا معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح ٹیگورؔ نے معصوم ذہن کے لیے جو کچھ لکھا وہ ان کی سوچ، مزاج اور نفسیات کے موافق تحریر کیا۔ موضوعات کا انتخاب ہو یا الفاظ اور اسلوب کا ہر چیز میں بچے کی چاہت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ان کے فن پارے بچوں کے جذبات ان کی ذہنی کیفیات کا مکمل ترجمان ہے۔

حواشی:۔

پروفیسر اکبر رحمانی، اردو میں ادب اطفال ایک جائزہ، ایجوکیشنل اکادمی، اسلام پورہ، جلگاؤں، ۱۹۹۱ء، ص ۲۱

☆☆☆